سچا راستہ

خدا تک پہنچنے کی صراط مستقیم

مولانا وحید الدین خاں

سچا راستہ

خدا تک پہنچنے کی صراط مستقیم

مولانا وحید الدین خاں

آغاز کلام

سورج اپنے روشن چہرہ کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور انسان کے اوپر اس طرح چمکتا ہے جیسے وہ کوئی پیغام سنانا چاہتا ہو۔ مگر وہ کچھ کہنے سے پہلے ڈوب جاتا ہے۔ درخت اپنی ہری بھری شاخیں نکالتے ہیں، دریا اپنی موجوں کے ساتھ رواں ہوتا ہے۔ یہ سب بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر انسان ان کے پاس سے گزر جاتا ہے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی بول اس کے کان میں پڑا ہو۔ آسمان کی بلندیاں، زمین کے مناظر سب ایک بہت بڑے "اجتماع" کے شرکا معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر ایک خاموش کھڑا ہوا ہے۔ وہ انسان سے ہم کلام نہیں ہوتا۔

کائنات کیا گونگے شاہکاروں کا ایک عظیم عجائب خانہ ہے۔ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس خدا کا ایک پیغام ہے اور اس کو وہ ابدی زبان میں نشر کر رہا ہے۔ مگر انسان دوسری آوازوں میں اتنا کھویا ہوا ہے کہ اس کو کائنات کا خاموش کلام سنائی نہیں دیتا۔

پیغمبر اسی بے الفاظ خدائی کلام کو الفاظ دیتا ہے۔ وہ خاموش پیغام کو ہمارے لئے سننے کے قابل بناتا ہے۔ پیغمبر بتاتا ہے کہ خدا کا وہ دین کون سا ہے جو اس کو انسان سے بھی مطلوب ہے اور بقیہ کائنات سے بھی۔

پیغمبر کے لائے ہوئے اس دین کی بنیاد قرآن پر ہے جو خدا کی طرف سے عربی زبان میں اتارا گیا ہے۔ پھر اس کتاب کی مزید وضاحت سنت سے ہوتی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کی صورت میں کتابوں کے وسیع ذخیرہ میں مرتب ہو کر موجود ہے۔ جو شخص سنجیدگی کے ساتھ اس کو جاننا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ ان کتابوں کو پڑھے۔ کیونکہ یہی وہ کتابیں ہیں جو دین خداوندی کو سمجھنے کے لئے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو لوگ ان کتابوں کے پورے ذخیرے کے مطالعہ کا وقت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے کم سے کم مختصر نصاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قرآن مجید
سیرۃ نبوی از حافظ ابن کثیر
مشکوٰۃ المصابیح
حیاۃ الصحابہ از مولانا محمد یوسف کاندھلوی

یہ سب معروف و مشہور کتابیں ہیں اور ہر جگہ بآسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ کتابیں اصلاً عربی زبان میں ہیں۔ تاہم ان کے ترجمے مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ پڑھنے والا اپنی سہولت کے مطابق ان کو اپنی مطلوبہ زبان میں حاصل کر کے پڑھ سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب اسی دین خداوندی کے عمومی اور ابتدائی تعارف کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اگر وہ پڑھنے والے کے اندر یہ شوق پیدا کر دے کہ وہ اس دین کا مزید تفصیلی مطالعہ کر کے حقیقت کو جاننے کی کوشش کرے تو یہی اس کی کامیابی کے لئے کافی ہے۔

وحید الدین   ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰

انسان کی تلاش

انسان ایک کامل دنیا چاہتا ہے، مگر وہ ایک ناقص دنیا میں رہنے کے لئے مجبور ہے۔ ہماری خوشیاں بے حد عارضی ہیں۔ ہماری ہر کامیابی اپنے ساتھ ناکامی کا انجام لئے ہوئے ہے۔ ہم اپنی امیدوں کی "صبح" کو بھرپور دیکھ بھی نہیں پاتے کہ اس پر "شام" آجاتی ہے۔ ہماری زندگی کے درخت پر شادابی اور بہار کے چند سال بھی نہیں گزرتے کہ حادثہ اور بڑھاپا اور موت اس کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔

پھول کس قدر حسین ہوتے ہیں، مگر پھول صرف اس لئے کھلتے ہیں کہ وہ مرجھا جائیں۔ سورج کی روشنی کتنی لطیف ہے، مگر سورج کی روشنی کے لئے مقدر ہے کہ وہ کچھ دیر کے لئے چمکے اور اس کے بعد رات کا تاریک پردہ اسے چھپالے۔ ایک زندہ انسان کیسا معجزاتی وجود ہے، مگر کوئی انسان اپنے آپ کو موت اور حادثات سے نہیں بچا سکتا۔ یہی موجودہ دنیا کی تمام چیزوں کا حال ہے۔ یہ دنیا ناقابل قیاس حد تک نفیس اور با معنی ہے۔ مگر یہاں کی ہر خوبی زائل ہونے والی ہے، یہاں کی ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نقص کا پہلو ہے جو کسی طرح اس سے جدا نہیں ہوتا۔ جو خدا اپنی ذات میں کامل ہو وہ ایک ایسی کائنات کو پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کر سکتا جو اپنی ذات میں ناقص ہو۔ کامل کا غیر کامل پر ٹھیر جانا ممکن نہیں۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ دنیا آخری نہیں۔ ضرور ہے کہ اس کے بعد ایک اور دنیا آئے جو موجودہ دنیا کی کمیوں کی تلافی کرنے والی ہو۔

موجودہ دنیا کے متعلق یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ فانی ہے۔ وہ تقریباً ۲۰ ہزار ملین سال پہلے ایک وقت خاص میں وجود میں آئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ازلی وجود رکھنے والا ہے۔ ایک ازلی خالق ہی ایک غیر ازلی مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے۔ خدا اگر ہمیشہ سے نہ ہو تو وہ کائنات کبھی موجود نہیں ہو سکتی جو ہمیشہ سے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فانی کائنات کو ماننے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ ہم ایک غیر فانی خالق کو مانیں۔ "فانی" کائنات کا موجود ہونا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ یہاں ایک "غیر فانی" خالق موجود ہے۔ خالق اگر غیر ابدی ہوتا تو وہ سرے سے موجود ہی نہ ہوتا، اور جب خالق موجود نہ ہوتا تو مخلوقات کے وجود میں آنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

جب ہم کہتے ہیں کہ دنیا "۲۵ نومبر" کو پیدا ہوئی تو اس کا لازمی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ۲۵ نومبر سے

پہلے بھی کوئی موجود تھا جس نے اس کو پیدا کیا۔ اگر کہا جائے کہ پیدا کرنے والا بھی کسی پچھلے "۲۵ نومبر" کو پیدا ہوا تھا تو یہ بات بالکل بے معنی ہوگی۔ پیدا کرنے والا اگر پچھلے کسی ۲۵ نومبر کو پیدا ہونے والا ہو تو وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خالق ہمیشہ سے تھا، اسی لئے اس نے غیر ہمیشہ کو پیدا کیا، اگر وہ ہمیشہ سے نہ ہوتا تو وہ سرے سے موجود نہ ہوتا پھر غیر ہمیشہ کا وجود کہاں سے آتا۔

خدا ازلی ہے اور اسی لئے خدا ایک کامل ہستی ہے۔ کیونکہ ازلیت کمال کا سب سے بڑا وصف ہے۔ جو ازلی ہو وہ لازماً کامل بھی ہوگا۔ ازلیت اور کمال دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

موجودہ دنیا خدا کی صفات کا ایک ظہور ہے۔ مگر موجودہ دنیا میں کمی اور محدودیت کا ہونا بتاتا ہے کہ موجودہ دنیا خدا کی صفات کا کامل ظہور نہیں۔ کامل اور ابدی خدا کی صفات کا کامل ظہور وہی ہے جو خود بھی کامل اور ابدی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دنیا کو ابھی ایک اور دنیا کا انتظار ہے، خدا کی صفات کا ظہور اپنی تکمیل کے لئے ابھی ایک اور ظہور کا تقاضا کرتا ہے۔

جنت خدا کی وہ دنیا ہے جہاں اس کی صفات اپنے پورے کمال کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ جنت ان تمام کمیوں سے پاک ہوگی جن کا ہم آج کی دنیا میں تجربہ کرتے ہیں۔ جنت خدا کی اس قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے کہ وہ حسن میں ابدیت کی شان پیدا کر سکتا ہے، وہ لذت کو لامحدود بنانے کا اختیار رکھتا ہے۔ وہ ایسی دنیا کی تخلیق کر سکتا ہے جہاں اتھاہ سکون ہو اور جس کا چین کبھی ختم نہ ہو سکے۔

ہر آدمی ایک اَن دیکھے سکون کی تلاش میں ہے۔ ہر آدمی ایک ایسی مکمل دنیا کا طالب ہے جس کو وہ ابھی تک پا نہ سکا۔ یہ طلب موجودہ کائنات میں اجنبی نہیں۔ جو کائنات ایک ازلی خدا کی شہادت دے رہی ہو وہاں ازلی خوبیوں کی ایک دنیا کا ظہور اتنا ہی ممکن ہے جتنا خود موجودہ غیر ازلی دنیا کا ظہور۔ کیونکہ جس کائنات کا خالق اپنی ذات میں ازلی ہو وہ اپنی صفات کے غیر ازلی ظہور پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ جس خدا نے نیست سے ہست کو پیدا کیا وہ یقیناً ہست میں ابدیت کی شان بھی پیدا کر سکتا ہے، اور یقیناً دوسرا کارنامہ پہلے کارنامہ سے کچھ مشکل نہیں۔

ازلیت ایک خاص الخاص خدائی صفت ہے، اس صفت میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ ازلیت

اعلیٰ ترین کمال ہے جو صرف ایک خدا کے لئے سزاوار ہے۔ وہ جنت جو خدا کی صفتِ ازلیت کا ظہور ہو وہ ایسی عجیب وغریب چیز ہوگی جس کا آج کوئی انسان تصور نہیں کرسکتا۔ وہ حسن جس کے لئے کبھی مرجھانا نہ ہو، وہ لذت جو کبھی ختم ہونے والی نہ ہو، وہ عیش جس کا تسلسل ابدی طور پر باقی رہے، امیدوں اور تمناؤں کی وہ دنیا جس کے کمالات پر کبھی کوئی زوال نہ آئے، ایسی جنتی دنیا اتنی حیرت ناک حد تک لذیذ ہوگی کہ آدمی نیند کے بقدر بھی اس سے انقطاع نہ چاہے گا خواہ اس پر اربوں اور کھربوں سال کیوں نہ گزر جائیں۔

انسان ہمیشہ ایک ایسی زندگی کی تلاش میں رہتا ہے جس میں اس کو ابدی آرام حاصل ہو۔ یہ تلاش صحیح بھی ہے اور انسانی فطرت کے مطابق بھی۔ مگر ہمارے خوابوں کی یہ زندگی ہمیں موجودہ دنیا میں نہیں مل سکتی۔ موجودہ دنیا میں ابدی خوشیوں کا نظام بننا ممکن نہیں۔ یہاں وہ اسباب موجود ہی نہیں جو ابدی خوشیوں اور راحتوں کی دنیا کو ظہور میں لانے کے لئے ضروری ہیں۔

پیغمبر نے بتایا کہ موجودہ دنیا کو خدا نے امتحان کی جگہ بنایا ہے نہ کہ انعام پانے کی جگہ۔ یہاں صرف وہ اسباب جمع کئے گئے ہیں جو آدمی کے امتحان کے لئے ضروری ہیں۔ خوشیوں اور راحتوں کی ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے جو اسباب درکار ہیں وہ دوسری دنیا میں فراہم ہوں گے جو موجودہ دنیا کے بعد ہمارے سامنے آنے والی ہے۔ ہمارے اور اس اگلی دنیا کے درمیان موت کا فاصلہ ہے۔ موت آدمی کے امتحان کی تکمیل کا وقت ہے اور اسی کے ساتھ آگے کی ابدی دنیا میں داخل ہونے کا بھی۔

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کو اس کے خوابوں کی زندگی ملے، اس کو موجودہ دنیا میں اپنی "جنت" بنانے کی بے فائدہ کوشش میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بجائے اس کو یہ کوشش کرنا چاہئے کہ وہ آج کی دنیا میں ہونے والے امتحان میں پورا اترے۔ وہ دنیا میں خدا کا بندہ بن کر زندگی گزارے۔ وہ پیغمبر کی پیروی کو اپنا طریقہ بنائے۔ وہ اپنی آزادی کو خدا کے احکام کی پابندی میں دے دے۔

جو لوگ آج کے امتحان میں پورے اتریں گے وہ اگلی زندگی میں اپنے خوابوں کی دنیا کو پائیں گے۔ جو لوگ امتحان میں ناکام رہیں گے وہ زندگی کے اگلے مرحلے میں اس حال میں پہنچیں گے کہ ابدی بربادی کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوگی جو وہاں ان کا استقبال کرے۔

سچائی کیا ہے

ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک سیدھی لکیر صرف ایک ہوتی ہے۔ اسی طرح بندے کو خدا تک پہنچانے والا سیدھا راستہ بھی کوئی ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے۔ اسی راستہ کا نام سچائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ سچائی کیا ہے اور اس کو کس طرح دریافت کیا جائے۔

ہماری خوش قسمتی سے سچائی جس طرح ایک ہے اسی طرح وہ میدان میں بھی تنہا ہے۔ یہاں کئی چیزیں نہیں ہیں جن کے درمیان انتخاب کا سوال ہو۔ یہاں تو ایک ہی چیز ہے اور ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس ایک کو مان لیں۔ یہ واحد سچائی محمد رسول اللہ کی تعلیمات ہیں۔ اگر آدمی سچائی کی تلاش میں فی الواقع سنجیدہ ہو تو وہ پائے گا کہ خدا نے اس کو انتخاب کی آزمائش میں نہیں ڈالا۔ خدا نے ہم کو ایک ایسی دنیا میں رکھا ہے جہاں انتخاب حق اور ناحق کے درمیان ہے نہ کہ حق اور حق کے درمیان۔ (یونس ۳۲)

فلسفہ سچائی کی تلاش میں کم از کم پانچ ہزار سال سے سرگرداں ہے۔ مگر اس کی لمبی تلاش نے اس کو صرف اس مقام پر پہنچایا ہے کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ وہ آخری سچائی تک نہیں پہنچ سکا اور نہ کبھی پہنچ سکتا۔ فلسفہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقلی غور و فکر کے ذریعہ سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر عقل اپنی معلومات کے دائرہ میں غور کرتی ہے۔ اور سچائی کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں کوئی واقعی رائے قائم کرنے کے لئے پوری کائنات کا علم درکار ہے۔ کوئی فلسفی کبھی کائناتی معلومات تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے وہ سچائی کے بارے میں کوئی قطعی رائے بھی قائم نہیں کر سکتا۔

سائنس نے اس معاملہ میں اپنے کو میدان میں کھڑا ہی نہیں کیا ہے۔ سائنس اپنی کھوج ان امور میں جاری کرتی ہے جہاں قابل اعادہ تجربات کے ذریعہ نتائج تک پہنچنا ممکن ہو۔ سائنس پھول کی کیمسٹری کو موضوع بحث بناتی ہے مگر وہ پھول کی مہک کو اپنی بحث سے خارج قرار دیتی ہے۔ کیونکہ پھول کے کیمیائی اجزاء تولے اور ناپے جا سکتے ہیں مگر پھول کی مہک کو تولنے اور ناپنے کا کوئی ذریعہ سائنس کے پاس نہیں۔ اس طرح سائنس نے اپنے دائرہ بحث کو خود ہی محدود کر لیا ہے۔ چنانچہ سائنس نے پیشگی یہ اقرار کر لیا ہے کہ وہ عالم حقائق کے صرف جزئی پہلو سے بحث کرتی ہے، وہ کلی حقائق کے بارے میں کوئی بیان دینے کی پوزیشن میں نہیں۔

روحانی شخصیات کا دعویٰ ہے یا کم ازکم ان کے ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سچائی سے باخبر ہیں اور سچائی کے بارے میں قطعی معلومات دے سکتے ہیں۔ مگر اس عقیدہ کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ روحانی شخصیات اپنے دعوے کے مطابق جس ذریعہ سے سچائی تک پہنچتی ہیں وہ روحانی ریاضتیں ہیں۔ مگر نام نہاد روحانی ریاضتیں حقیقۃً جسمانی ریاضتیں ہیں اور جسمانی ریاضتوں کے ذریعہ روحانی دریافت بجائے خود ایک بے اصل بات ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی روحانی شخصیت، اپنی ذات میں، ان محدودیتوں سے خالی نہیں ہے جن محدودیتوں کا شکار اس کے جیسے دوسرے تمام انسان ہیں۔ دوسرے انسان اپنی جن محدودیتوں کی وجہ سے سچائی تک نہیں پہنچ سکتے وہی محدودیتیں خود ان روحانی شخصیتوں کی راہ میں بھی حائل ہیں۔ کسی بھی قسم کی ریاضت آدمی کو اس کی فطری محدودیتوں سے بالا نہیں کر سکتی، اس لئے کسی بھی قسم کی ریاضت اس کو مطلق سچائی تک نہیں پہنچا سکتی۔

اس کے بعد میدان میں صرف پیغمبر رہ جاتے ہیں۔ پیغمبر وہ انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اس کو چنا ہے اور اس پر سچائی کا علم اتارا ہے تاکہ وہ اس کو دوسرے تمام لوگوں تک پہنچا دے۔ اپنی نوعیت کی حد تک یہی ایک دعویٰ ہے جو اس معاملہ میں قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ سچائی کا حقیقی علم صرف خدا ہی کو ہو سکتا ہے جو ازلی و ابدی ہے اور تمام حقیقتوں سے براہ راست واقف ہے۔ خدا کا خدا ہونا ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ حقیقت کا کلی علم رکھتا ہو۔ اس لئے جو شخص یہ کہے کہ اس کو براہ راست خدا کی طرف سے سچائی کا علم پہنچا ہے اس کا دعویٰ یقیناً اس قابل ہے کہ اس معاملہ میں اس کا لحاظ کیا جائے۔

یہاں ایک سوال ہے۔ پیغمبر ہماری دنیا میں کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ ان کی کتابیں بھی کئی ہیں۔ پھر کس پیغمبر کو مانا جائے۔ تاہم آدمی اگر سچائی کی تلاش میں سنجیدہ ہو تو اس سوال کا جواب معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بلاشبہ ماضی میں خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے۔ مگر انسان کے پاس ماضی کے کسی واقعہ کو ماننے کا واحد معیار یہ ہے کہ اس کو تاریخی اعتباریت حاصل ہو، اور ایک کے سوا دوسرے تمام پیغمبر اس انسانی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ آج ایک ہی پیغمبر تاریخی پیغمبر ہیں اور دوسرے تمام پیغمبر اب عملاً اعتقادی پیغمبر۔ دنیا میں جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں صرف ایک ہی پیغمبر ہیں جن کو پورے معنوں میں تاریخی اعتباریت کا درجہ حاصل ہے۔ اور وہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بارے میں ہر بات تاریخی طور پر معلوم اور مسلّم ہے۔ موجودہ زمانہ کی کسی شخصیت کے بارے میں ہم جتنا جانتے ہیں اس سے بھی زیادہ ہم پیغمبر عربی کے بارے میں جانتے ہیں۔ آپ کے سوا دوسرے

تمام پیغمبر روایات کے اندھیرے میں گم ہیں۔ ان کے بارے میں مکمل تاریخی معلومات حاصل نہیں۔ اور نہ ان کی چھوڑی ہوئی کتاب آج اپنی اصل صورت میں محفوظ ہے۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی زندگی تاریخی طور پر پوری طرح معلوم ہے۔ اور وہ کتاب بھی ادنیٰ تبدیلی کے بغیر کامل صورت میں موجود ہے جس کو آپ نے یہ کہہ کر لوگوں کے حوالے کیا تھا کہ یہ میرے پاس خدا کی طرف سے آئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خالص علمی وعقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو "سچائی کیا ہے" کے سوال کا جواب نہ صرف نظری طور پر ایک ہے بلکہ عملی طور پر بھی میدان میں صرف ایک ہی جواب موجود ہے۔ یہاں دوسرا کوئی جواب حقیقی طور پر موجود ہی نہیں۔ ہمیں بہت سے جوابات میں سے ایک جواب کو چننا نہیں ہے بلکہ ایک ہی موجود جواب کو اختیار کرنا ہے

یہ سچائی خدا کی بات ہے اور خدا کی بات ہمیشہ ایک رہتی ہے۔ جس طرح دنیا کی دوسری چیزوں کے لئے خدا کا حکم ہمیشہ سے ایک ہے، اسی طرح انسان کے لئے بھی خدا کا حکم ایک ہے اور ہمیشہ ایک رہے گا۔ زمین وآسمان کا قانون اربوں سال گزرنے پر بھی نہیں بدلتا۔ درخت اور پانی کے اصول جو ایک جغرافیہ میں ہوتے ہیں وہی دوسرے جغرافیہ میں ہوتے ہیں، یہی حال انسان کے بارے میں خدا کے حکم کا بھی ہے۔ انسان کے بارے میں خدا کا جو حکم ہے وہ وہی آج بھی ہے جو ہزاروں سال پہلے تھا۔ وہ ایک ملک کے انسانوں کے لئے بھی وہی ہے جو دوسرے ملک کے انسانوں کے لئے۔

زندگی کے کچھ پہلو ایسے ہیں جو بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً سواریاں، مکانات وغیرہ۔ مگر سچائی کا تعلق اس قسم کی چیزوں سے نہیں۔ سچائی کا تعلق "اس انسان" سے ہے جو ہمیشہ ایک حالت میں رہتا ہے۔ سچائی کا تعلق اس سے ہے کہ آدمی کس کو اپنا خالق ومالک سمجھے۔ وہ کس کے آگے جھکے اور کس کی عبادت کرے۔ وہ کس سے ڈرے اور کس سے محبت کرے۔ وہ اپنی کامیابی اور ناکامی کو کس معیار سے جانچے۔ اس کی زندگی کا مقصد اور اس کے جذبات کا مرکز کیا ہو۔ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے وہ کن قواعد کے تحت ان سے معاملہ کرے۔ سچائی کا تعلق زندگی کے انھیں امور سے ہے، اور یہ امور وہ ہیں جن کا کوئی تعلق زمانہ یا جغرافیہ سے نہیں۔ وہ ہر مقام پر اور ہر زمانہ میں یکساں طور پر ہر ایک سے مطلوب ہوتے ہیں۔ خدا ایک ہے اور ابدی ہے۔ ٹھیک اسی طرح سچائی بھی ایک ہے اور اسی کے ساتھ ابدی بھی۔

خطرہ کا الارم

زندگی کی حقیقت کیا ہے، عام آدمی اس قسم کے سوالات میں پڑنا پسند نہیں کرتا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ یہاں عزت اور آرام کے ساتھ اپنی عمر پوری کرلو۔ اس کے بعد نہ تم ہوگے اور نہ تمھارا کوئی مسئلہ۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو اس سوال کے بارے میں سوچتے ہیں۔ مگر ان کا سوچنا فلسفیانہ انداز کا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی ساری کوشش صرف یہ ہوتی ہے کہ سامنے کی دنیا کی کوئی نظریاتی توجیہہ حاصل کرلیں۔ اس قسم کی فلسفیانہ توجیہات، تعداد میں مختلف ہونے کے باوجود، صرف توجیہات ہیں۔ وہ آدمی کے لئے کوئی ذاتی مسئلہ پیدا نہیں کرتیں۔ ایک روح عالم اپنی تکمیل کے لئے پورے کارخانہ کو چلا رہی ہے یا تمام چیزیں کسی بالاتر وجود کے اجزار ہیں، اس قسم کی نظریاتی بحثوں سے ایک آدمی کا ذاتی تعلق کیا ہے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس اس سوال کا کوئی نہ کوئی مذہبی جواب ہے۔ مگر ان میں بھی آدمی کے لئے کوئی سنگینی کا پہلو نہیں۔ ان میں سے کسی کے نزدیک خدا کا بیٹا تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بن چکا ہے۔ کسی کے نزدیک زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ایک جبری چکر ہے۔ آدمی ایک جبری نظام کے تحت اپنے آپ بار بار پیدا ہوتا ہے اور بار بار مرتا ہے۔ کوئی بتاتا ہے کہ آدمی کی جو کچھ جزا و سزا ہے اسی دنیا کی زندگی میں ہے، وغیرہ۔

زندگی کے مسئلہ کے بارے میں اس قسم کے جتنے بھی جوابات ہیں وہ باہم ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ مگر اس حیثیت سے سب ایک ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک ایک آدمی کے لئے ذاتی طور پر کوئی سنگین مسئلہ پیدا کرتا ہو۔ یہ جوابات یا تو جو کچھ ہو رہا ہے اس کی محض توجیہات ہیں یا ہمارے لئے صرف ایک قسم کی روحانی تسکین فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ وہ اس نوعیت کی کوئی چیز نہیں ہیں جس کو کسی بڑے خطرہ کا الارم کہا جائے۔

مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ان تمام جوابات سے سراسر مختلف ہے۔ دوسرے جوابات میں سے کوئی جواب بھی آدمی کے لئے ذاتی سوال نہیں بنتا، وہ آدمی کے لئے کوئی نازک مسئلہ کھڑا نہیں کرتا۔ مگر پیغمبر اسلام کا جواب ایک ایک آدمی کو ایسے خطرناک کنارے پر کھڑا کر رہا ہے جس کے بعد اس کا اگلا قدم یا تو تباہی

کے خوفناک گڑھے میں پڑنے والا ہے یا کامیابی کی ابدی دنیا میں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہر آدمی آپ کے بارے میں انتہائی سنجیدہ ہو۔ وہ اندھیرے میں چلنے والے اس مسافر سے بھی زیادہ سنجیدہ ہو جائے جس کی ٹارچ اچانک اس کو "خبر" دے کہ اس کے سامنے عین اگلے قدم پر کالا سانپ رینگ رہا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیغام دیا وہ ساری دنیا کے لئے بہت بڑی چیتاونی ہے۔ آپ نے بتایا کہ موجودہ دنیا کے بعد ایک اور وسیع تر دنیا آنے والی ہے جس کا نام آخرت ہے۔ وہاں ہر آدمی کا حساب لیا جائے گا اور ہر آدمی کو اس کے عمل کے مطابق یا تو ابدی عذاب ہو گا یا ابدی ثواب۔ موجودہ دنیا میں جو چیزیں آدمی کا سہارا بنی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی چیز وہاں کسی کے کام نہیں آئے گی۔ وہاں نہ خرید و فروخت ہو گی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی قسم کی سفارش چلے گی (بقرہ ۲۵۴)

آپ کی یہ چیتاونی آپ کے وجود کو ہر شخص کا ذاتی سوال بنا دیتی ہے۔ اس کے مطابق ہر آدمی ایک انتہائی نازک انجام کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔ وہ یا تو آپ کی خبر پر یقین کر کے آپ کی ہدایت کے مطابق ابدی جنت میں جانے کی تیاری کرے یا آپ کی خبر کو نظر انداز کر دے اور بے پروائی کی زندگی گزار کر ابدی جہنم کا خطرہ مول لے۔

یہاں دو چیزیں ہیں جو اس مسئلہ کو مزید سنجیدہ بنا رہی ہیں۔ آپ کے سوا دوسرے لوگ جو اس معاملہ میں کوئی بات کہہ رہے ہیں ان کا استناد حد درجہ مشتبہ ہے۔ وہ لوگ جو کمانے اور مرجانے کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کے پاس اپنے خیال کے لئے سرے سے کوئی دلیل نہیں۔ ان کا فکری ڈھانچہ کسی دلیل کے بغیر محض سطحی جذبات پر قائم ہے۔ فلسفیانہ انداز میں بات کرنے والے لوگوں کے پاس بھی دلیل کے نام سے صرف قیاسات ہیں۔ ان کو نہ اپنی رائے پر خود یقین حاصل ہے نہ وہ کوئی ایسی بات پیش کرتے جس کے اوپر دوسرا شخص یقین کر سکے۔

اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں اور مذہبی کتابوں کے حوالے سے بول رہے ہیں۔ یہ اصولی طور پر اپنے پیچھے ایک قابل اعتماد بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر وہ جن کتابوں اور پیغمبروں کا حوالہ دیتے ہیں ان کا تعلق ماضی کے بہت پہلے گزرے ہوئے زمانہ سے ہے۔ ان کتابوں اور شخصیتوں کے بارے میں آج ہمارے پاس مستند معلومات موجود نہیں۔ اس لئے اصولی طور پر قابل اعتماد ذریعہ سے وابستہ ہونے کے باوجود وہ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ

بجائے خود قابل اعتماد نہیں۔ ماضی کی کسی چیز کی صداقت کو جانچنے کا معیار تاریخ ہے اور ان تعلیمات کو تاریخ کی تصدیق حاصل نہیں۔

مگر پیغمبر اسلام کا معاملہ سراسر مختلف ہے۔ ایک طرف یہ کہ کسی شخص کے پیغمبر خدا ہونے کا جو بھی معیار مقرر کیا جائے، اس پر آپ کامل طور پر پورے اترتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں وہ تمام عناصر بتمام و کمال موجود ہیں جو خدا کے ایک پیغمبر میں ہونے چاہئیں۔ آپ کی پیغمبری ایک ایسا ثابت شدہ واقعہ ہے جس سے انکار کسی حال میں ممکن نہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات اتنی صحت کے ساتھ آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں کہ ان کی تاریخی اعتباریت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا دیا ہوا قرآن آج بھی اسی طرح لفظ بلفظ موجود ہے جس طرح آپ نے اس کو دیا تھا۔ آپ کا قول و عمل اس طرح صحت کے ساتھ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے جیسے کہ آج بھی آپ ہمارے سامنے بول رہے ہوں اور چل پھر رہے ہوں۔ بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے آدمی آج بھی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ آپ نے کیا کہا اور کیا کیا۔

پیغمبر کی جیتا دنی کے مطابق ہم ایک ایسی حقیقت سے دوچار ہیں جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔ ہم مجبور ہیں کہ اس کا سامنا کریں۔ موت یا خودکشی سے بھی ہم معدوم نہیں ہوتے بلکہ صرف دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ کامیابی یا ناکامی کا ایک نقشہ خالق نے ابدی طور پر بنا دیا ہے۔ کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس خدائی نقشہ کو بدل دے یا اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ کر لے۔ ہم کو صرف یہ اختیار ہے کہ جنت یا جہنم میں سے کسی ایک کو چن لیں۔ ہم کو یہ اختیار نہیں کہ دونوں سے الگ ہو کر اپنے لئے کسی تیسرے انجام کی تخلیق کریں۔

رصد گاہ اگر بھونچال کی خبر دے تو یہ ایک ایسے آنے والے حادثہ کی خبر ہوتی ہے جس میں فیصلہ کا اختیار تمام تر دوسرے فریق کو ہوتا ہے، دوچار ہونے والے کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آدمی یا تو اس سے بھاگ کر اپنے کو بچائے یا اس میں پڑ کر اپنے کو برباد کر لے۔ اسی طرح قیامت بھی ایک ایسا بھونچال ہے جس میں آدمی یا تو پیغمبر کی بتائی ہوئی تدبیر اختیار کر کے اپنے کو بچائے گا یا اس کو نظر انداز کر کے اپنے کو ابدی ہلاکت میں مبتلا کرے گا۔

پیغمبر خدا کی تعلیمات

خدا کا دین ایک دین ہے۔ تمام پیغمبروں کے ذریعہ ایک ہی دین ہمیشہ بھیجا جاتا رہا ہے۔ مگر انسان نے اپنی غفلت کی وجہ سے یا تو اس کو ضائع کر دیا یا اس کو بدل ڈالا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسی خدائی دین کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اور اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کر کے ہمیشہ کے لئے کتابی صورت میں محفوظ کر دیا گیا۔ اب تمام انسانوں کے لئے قیامت تک یہی مستند دین ہے۔ خدا کی قربت اور آخرت کی نجات حاصل کرنے کا اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

آپ نے بتایا کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کسی بھی اعتبار سے کوئی شریک نہیں۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اسی کو ہر قسم کی طاقتیں حاصل ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ صرف اسی کے آگے جھکے اور اسی کی عبادت کرے۔ اسی سے مانگے اور اسی سے امیدیں قائم کرے۔ خدا اگرچہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر وہ انسان سے اتنا قریب ہے کہ جب بھی آدمی اس کو پکارتا ہے وہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ خدا کے نزدیک کسی انسان کا سب سے بڑا گناہ ہے کہ وہ کسی اعتبار سے کسی کو خدا کا شریک یا اس کے برابر ٹھہرائے۔

کوئی انسان یا غیر انسان ایسا نہیں جس کو خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ یا واسطہ کا مقام حاصل ہو۔ انسان جب بھی خدا کو یاد کرتا ہے، وہ براہ راست خدا سے مربوط ہو جاتا ہے۔ انسان کو اپنے خالق و مالک سے جڑنے کے لئے کسی درمیانی وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی کوئی خدا کی عدالت میں کسی کا سفارشی نہیں بن سکتا۔ خدا اپنے ہر بندے کا فیصلہ خود اپنے علم کے مطابق کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کے فیصلہ پر اثر انداز ہو سکے۔ خدا اپنا فیصلہ کرنے میں کسی کا پابند نہیں۔ خدا کے تمام فیصلے حکمت اور انصاف کی بنیاد پر ہوتے ہیں نہ کہ سفارش یا تقرب کی بنیاد پر۔

خدا کی عبادت کوئی عملیاتی ضمیمہ نہیں ہے۔ یہ پوری زندگی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جانا ہے۔ خدا کی عبادت کرنے والا وہی ہے جو خدا کا عابد اس طرح بنے کہ خدا ہی اس کا سب کچھ ہو جائے۔ وہ اسی کی پرستش کرے، اسی سے ڈرے، اسی کو چاہے، اسی سے امید باندھے، وہ اس کو اپنی تمام توجہات اور سرگرمیوں کا مرکز بنائے۔ خدا کی عبادت خدا کے سامنے کامل حوالگی کا نام ہے نہ کہ محض کسی رسم کی وقتی بجا آوری کا۔

بندوں کے درمیان رہتے ہوئے آدمی کو ہر وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس سے اس کی کارگزاری کا حساب لے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی ظلم، جھوٹ، بغض، گھمنڈ حسد، خودغرضی، بدمعاملگی، لوٹ کھسوٹ، دھاندلی، اور اس قسم کی دوسری اخلاقی برائیوں سے اپنے کو بچائے تاکہ خدا کی میزان میں وہ مجرم نہ ٹھہرے۔ اللہ سے ڈرنے والا بندوں کے معاملہ میں نڈر ہو کر نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ بندوں کے ساتھ برا سلوک کریں گے ان کو خدا سے اپنے لئے اچھے سلوک کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ خدا کے اچھے سلوک کا مستحق صرف وہ ہے جو خدا کے یہاں اس طرح پہنچے کہ اس نے خدا کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو۔

آپ نے بتایا کہ خدا کی زمین پر خدا کے بندوں کے لئے زندگی گزارنے کا صرف ایک ہی جائز طریقہ ہے۔ یہ کہ آدمی پوری زندگی اور تمام معاملات میں خدا کا فرماں بردار بن کر رہے۔ اس فرماں برداری کے آداب اور اصول قرآن میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ موجود ہے۔ اب تمام انسانوں کے لئے خدا کی پسندیدہ زندگی صرف یہ ہے کہ وہ قرآن سے اپنے لئے ہدایت حاصل کرے اور پیغمبر کے نمونہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی گزارے

آپ نے جو دین پیش کیا ہے وہ آدمی کی پوری زندگی کے لئے ایک واضح نقشہ دیتا ہے اور ہر آدمی کو اسی نقشہ پر چلنا ہے۔ اس نقشہ کا ایک مختصر علامتی نظام پانچ خاص ارکان کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔ یہ پانچ ارکان پوری اسلامی زندگی کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔

اول کلمۂ شہادت (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا اقرار ہے۔ یہ کلمہ گویا وہ اعلان ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آدمی ایک دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرہ میں داخل ہو گیا۔ وہ غیر اسلام کو چھوڑ کر اسلام کی صف میں آگیا۔ دوسری چیز نماز ہے۔ یعنی پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق روزانہ پانچ وقت خدا کی عبادت کرنا۔ تیسری چیز روزہ ہے۔ یعنی ہر سال رمضان میں پورے ایک مہینہ تک صبر و برداشت کا وہ عمل کرنا جس کو روزہ کہا جاتا ہے۔ چوتھی چیز زکوٰۃ ہے۔ یعنی آدمی اپنے مال میں سے مقرر طریقہ کے مطابق ہر سال خدا کا حق نکالے اور اس کو خدا کی مقرر کی ہوئی مدوں میں خرچ کرے۔ پانچویں چیز حج ہے۔ یعنی استطاعت کی صورت میں عمر میں کم از کم ایک بار بیت اللہ کا حج کرنا۔ آدمی جب یہ پانچ شرطیں پوری کرتا ہے تو وہ پیغمبر کی قائم کی ہوئی اسلامی برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔

زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زندگی وہ ہے جو آخرت کی بنیاد پر بنتی ہے۔ دوسری زندگی وہ ہے جو دنیا کی بنیاد پر بنتی ہے۔ آخرت کی بنیاد پر بننے والی زندگی میں رہنمائی کا مقام پیغمبر کو حاصل رہتا ہے۔ آدمی پیغمبر کے بتانے کے مطابق اپنا عقیدہ بناتا ہے اور اسی کے بتانے کے مطابق اپنی زندگی کو چلاتا ہے۔ اس کے برعکس جو زندگی دنیا کی بنیاد پر بنتی ہے اس میں آدمی اپنا رہنما آپ ہوتا ہے اور اپنی عقل یا نفس کے مطابق اپنے فکر و عمل کا ڈھانچہ بناتا ہے۔ پہلا اگر خدا کا پرستار ہوتا ہے تو دوسرا خود اپنا۔

پیغمبر کی رہنمائی میں جو زندگی بنتی ہے اس کے اجزاء ہوتے ہیں ـــــ خدا پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، خدا کی کتابوں پر ایمان، خدا کے رسولوں پر ایمان، قیامت اور زندگی بعد موت پر ایمان، جنت دوزخ پر ایمان، اللہ کے مالک اور حاکم ہونے پر ایمان۔ اس ایمانیات کے تحت جو انسان بنتا ہے وہ ایسا انسان ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کی تمام سرگرمیاں آخرت رخی بن جاتی ہیں۔ اس کی عبادت، اس کی قربانیاں، اس کا جینا اور اس کا مرنا سب اللہ اور رسول کے لئے ہو جاتا ہے۔

جو زندگی خود اپنی رہنمائی میں بنے وہ ایک آزاد اور بے قید زندگی ہوتی ہے، اس میں آدمی کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ اپنے خیالات کے مطابق اپنی پسند کا عقیدہ بنا لیتا ہے۔ اس کے صبح و شام خود اپنی عقل یا نفس کی رہنمائی میں بسر ہوتے ہیں۔ اس کی سرگرمیاں تمام تر دنیا کے فائدوں کے گرد گھومتی ہیں۔ وہ ویسا بنتا ہے جیسا وہ خود بننا چاہتا ہے نہ کہ ویسا جو خدا اور رسول چاہتے ہیں کہ وہ بنے۔

جو لوگ کسی پچھلے پیغمبر کے نام پر کسی دین کو پکڑے ہوئے ہیں، ان کی مذہبیت یا خدا پرستی اس وقت تک معتبر نہیں جب تک وہ پیغمبر اسلام پر ایمان نہ لائیں۔ پیغمبر اسلام پر ایمان لانا گویا خود اپنے دین ہی کو زیادہ صحیح اور کامل صورت میں اختیار کرنا ہے۔ جو لوگ آپ کے اوپر ایمان نہ لائیں وہ اپنے اس عمل سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ وہ پیغمبر کے نام پر اپنی قومی روایات اور گروہی تعصبات کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔ جو لوگ قومی مذہب کے پرستار ہوں وہ آپ کے لائے ہوئے خدائی مذہب کو نہ پائیں گے۔ وہ اپنے تعصباتی پردہ کی وجہ سے اس سچائی کو نہ دیکھ سکیں گے جو خدا نے اپنے آخری پیغمبر کے ذریعہ ان کے لئے کھولی ہے۔ البتہ جو لوگ فی الواقع خدا اور پیغمبر کے ماننے والے ہوں ان کو پیغمبر اسلام کا دین خود اپنی ہی چیز معلوم ہوگا۔ وہ اس کو اس طرح لیں گے جس طرح کوئی اپنی کھوئی چیز کو دوڑ کر لے لیتا ہے۔

موت کی طرف

موت ہر ایک پر آنی ہے۔ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ تاہم موتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جب کہ آدمی اللہ کو اپنا مقصود بنائے ہوئے ہو۔ وہ اللہ کے لئے بولتا ہو اور اللہ کے لئے چپ ہوتا ہو۔ اس کی توجہ تمام تر آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ ایسے آدمی کے لئے موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سفر کر رہا تھا اور موت کے فرشتہ نے اس کے سفر کو مختصر کر کے اس کو اس کی منزل تک پہنچا دیا۔

دوسرا آدمی وہ ہے جس نے اپنے مالک کو بھلا رکھا ہے۔ اس کا رکنا اور اس کا چلنا اللہ کے لئے نہیں ہوتا۔ وہ اپنے رب کو چھوڑ کر کسی اور طرف بھاگ رہا ہے۔ ایسے شخص کے لئے موت کا دن اس کی گرفتاری کا دن ہے۔ اس کی مثال اس باغی کی سی ہے جو چند دن سرکشی دکھائے اور اس کے بعد اس کو پکڑ کر عدالت میں حاضر کر دیا جائے

بظاہر ایک ہی موت ہے جو دونوں آدمیوں پر آتی ہے۔ مگر دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا پھول اور آگ میں۔ ایک کے لئے موت رب العالمین کا مہمان بننا ہے اور دوسرے کے لئے موت رب العالمین کے قید خانہ میں ڈالا جانا۔ ایک کے لئے موت جنت کے باغوں میں داخلہ کا دروازہ ہے اور دوسرے کے لئے موت وہ دن ہے جب کہ اس کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے تاکہ اپنی سرکشی کے جرم میں وہاں وہ ابدی طور پر جلتا رہے۔

مومن اور غیر مومن کی تعریف یہ ہے کہ مومن وہ ہے جس کی نگاہیں موت کے مسائل کی طرف لگی ہوئی ہوں، جو موت کے بعد آنے والی دنیا میں عزت حاصل کرنے کو اپنی تمام توجہات کا مرکز بنائے ہوئے ہو۔ اس کے برعکس غیر مومن وہ ہے جو زندگی کے مسائل میں الجھا ہوا ہو، جو موجودہ دنیا میں عزت اور کامیابی حاصل کرنے کو سب سے بڑی چیز سمجھتا ہو۔ آج کے حالات میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب وہی ہے جو موجودہ دنیا میں اپنی جڑیں مضبوط کئے ہوئے ہو۔ مگر موت اس فریب کو مکمل طور پر ڈھا دے گی۔ اس کے بعد اچانک یہ معلوم ہوگا کہ وہی شخص مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوا تھا جس کو دنیا والوں نے بے بنیاد سمجھ لیا تھا اور وہ تمام لوگ بالکل بے حقیقت تھے جو موت سے پہلے کے حالات میں بظاہر عزت اور ترقی کی بلندیوں پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ موت ہر چیز کو باطل کر دے گی اور اس کے بعد وہی چیز بچے گی جس کی عالم آخرت میں کوئی قیمت ہو ——— سچائی کی پکار پر دھیان نہ دینا ہمیشہ اس لئے ہوتا ہے کہ آدمی کے سامنے صرف موت سے پہلے کی دنیا ہوتی ہے۔ آدمی اگر موت کے بعد کی دنیا کو دیکھ لے تو آج ہی وہ اس خدا کے آگے جھک جائے جس کے آگے اسے کل جھکنا ہے، اگرچہ کل کا جھکنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

آخری بات

ایک گھنٹہ گھر کسی چوراہہ پر تعمیر کر دیا جائے تو ہر شخص اس میں وقت دیکھتا ہے اور اپنی گھڑیاں اس سے ملا لیتا ہے۔ کسی کو یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جن کاریگروں اور انجینیروں نے اس کو نصب کیا ہے وہ مسلمان تھے یا غیر مسلمان۔ اپنی قوم کے تھے یا دوسری قوم کے۔ یا یہ کہ جو گھڑی اس میں لگائی گئی ہے وہ کہاں کی بنی ہوئی ہے۔ اپنے ملک کی یا دوسرے کسی ملک کی۔ صرف اس بات کا یقین کہ اس سے صحیح وقت معلوم کیا جا سکتا ہے، ہر شخص کو اس کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ خدا کا دین بھی تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے اسی قسم کا ایک "گھنٹہ گھر" ہے۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس سے اپنے لئے رہنمائی حاصل کریں۔

اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے۔ لوگ وقت جاننے کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ مگر خدا کی بات جاننے کے بارے میں سنجیدہ نہیں۔ خدا کے دین کا تعلق اگلی زندگی کے معاملہ سے ہے اور گھڑی کا تعلق آج کی زندگی کے معاملہ سے۔ لوگوں نے جس چیز کو اپنا مقصد بنا رکھا ہے اس کے بارے میں گھڑی کی اہمیت انھیں معلوم ہے۔ مگر اگلی زندگی میں کامیابی کو انھوں نے اپنا مقصد ہی نہیں بنایا۔ پھر اس میں رہنمائی دینے والی چیز کی اہمیت کا احساس انھیں کیوں کر ہو۔

پھر خدا پرستی کا تقاضا صرف یہ نہیں ہے کہ اس کو مان لیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اپنے کو شامل کیا جائے۔ خدا پرستی اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے ایک اندرونی حالت کا نام ہے مگر اسی کے ساتھ اس کی ایک ظاہری صورت بھی ہے۔ خدا کو پانا کسی آدمی کے لئے شدت تاثر کا سب سے بڑا واقعہ ہے اور شدت تاثر کبھی چھپا ہوا نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص پر خدا کی سچائی منکشف ہو تو وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ ایسا آدمی بے اختیار چاہے گا کہ اس کا پورا ماحول اس بات کا گواہ بن جائے کہ اس نے خدا کی پکار پر لبیک کہا اور مفاد اور مصلحت کے بتوں کو توڑ کر اس کا ساتھ دیا۔ اگر کوئی شخص قلبی ایمان کا مدعی ہو مگر وہ اعلان و اظہار سے گریز کرتا ہو تو یہ یقینی طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مصلحتوں کا شکار ہے۔ اور جو لوگ خدا کے مقابلہ میں مصلحت کو ترجیح دیں وہ کبھی خدا کو نہیں پاتے۔ مصلحت اور تعصب خدا پرستی کی ضد ہیں۔ مصلحت اور تعصب کے ساتھ خدا پرستی کا ایک روح میں جمع ہونا ممکن نہیں۔